باسمہ تعالیٰ ۔ حامداً و مصلیاً

# مکتوبِ گرامی

ڈاکٹر مفتی محمد مظہر بقا

''السیرہ'' کے پہلے شمارے میں ڈاکٹر مفتی محمد مظہر بقا صاحب مد ظلہم کا مضمون بعنوان ''سیرتِ رسول اور سائنسی تجربیت کی روحانی بنیادیں'' شائع ہوا تھا، اس پر ''نقطہ نظر'' کے اکتوبر ۹۹ء کے شمارے میں تنقید کی گئی تھی، اس مضمون کے بعض پہلوؤں پر دوسرے حلقوں میں بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا، مفتی صاحب نے نقطۂ نظر کی تنقید کے جواب میں ہماری درخواست پر یہ مکتوبِ گرامی ارسال فرمایا ہے، یہ مکتوب ایسے وقت موصول ہوا، جب مجلّے کی کاپیاں طباعت کے لئے پریس جا رہی تھیں، اس لئے اسے آخر میں جگہ دی جا رہی ہے۔ **(ادارہ)**

آپ کے موقر جریدے ''السیرۃ'' شمارہ نمبر ﴿۱﴾ جون ۱۹۹۹ء میں ''سیرت رسول اور سائنسی تجربیت کی روحانی بنیادیں'' کے عنوان سے میرا جو مضمون شائع ہوا ہے اس پر ''نقطۂ نظر'' اکتوبر ۱۹۹۹ء میں ادارے کی جانب سے تنقید کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

''مقالہ نگار کا زاویۂ نظر یہ ہے کہ آج کے سائنسی حقائق ابتدا میں مفروضے (Hypothesis) تھے۔ جب تجربات نے ان مفروضوں پر مہر تصدیق ثبت کر دی تو یہ مفروضات سے حقائق بن گئے۔ انبیاء کرامؑ کے معجزات کو بطور مفروضہ لے کر سائنسدانوں نے انہیں حقائق بنایا ہے۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں!

''تفصیلات میں مقالہ نگار کی سوچ کا انداز وہی ہے جو بالعموم قرآن اور سائنس کی مطابقت ثابت کرنے کے لئے جوہری سے موریس بکائیے تک اہل قلم نے اختیار

کیا ہے۔''

اور آخر میں لکھا ہے!

''یہ انداز تفہیم اسلاف کے زاویۂ نظر سے خاصا مختلف ہے۔''

آپ کے توجہ دلانے پر میں نے سوچا تھا کہ اس سلسلے میں ایک مفصل مضمون لکھوں۔ لیکن یہ سوچ کر یہ ارادہ ترک کر دیا تھا کہ اس کا حاصل اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ میری ذات الزام سے بری ہو جائے۔ اور میری ذات اگر الزام سے بری ہو بھی گئی تو یہ دین کی کونسی خدمت ہوئی۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ○ (۱)

اپنے نفسوں کی پاکیزگی مت جتاؤ، وہ (اللہ) سب سے زیادہ (اس سے) واقف ہے کہ کون (اللہ سے) ڈرتا ہے۔

لیکن آپ نے پھر اس طرف توجہ دلائی جب کہ ''السیرۃ عالمی'' کے اگلے شمارے کی اشاعت میں صرف ایک ماہ باقی ہے اور اسکے تمام مضامین تیار ہو چکے ہیں۔ اس لئے عجلت میں چند باتیں تحریر کر رہا ہوں۔ اور جب لکھنا ہی ہے تو کچھ اپنے بارے میں بھی سہی۔

اللہ کا کرم اور دارالعلوم دیوبند سے فراغت کا طفیل ہے کہ میں عقیدۃً ماتریدی اشعری ہوں، فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی ہوں اور ہزار علمی اور عملی کوتاہیوں کے باوجود اسلاف کی اتباع کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں، نقشبندی مجددی سلسلۂ تصوف سے وابستگی نے اس رنگ کو مزید پختہ کر دیا ہے۔ ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کر لینے کے باوجود میرے دامن پر ناروا جدیدیت اور اسلاف سے انحراف کی کم از کم علمی اور ذہنی طور پر کوئی چھینٹ بھی نہیں پڑی۔

میرے بارے میں تنقید نگار کی وہ رائے جس پر خط کشید کر دیا گیا ہے، اس کا منشا یا تو میری تحریر کا نقص ہے یا یہ کہ تنقید نگار نے مضمون کو غور سے نہیں پڑھا۔

میں نے اپنے مضمون میں قرآن اور سائنس کی تطبیق کی کوئی کوشش نہیں کی۔ میرے مضمون کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ روحانی دور میں (جو پیغمبر اسلام، صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تک اپنے کمال کے آخری مرحلے پر پہنچ چکا ہے) روحانی اور معجزاتی طریقوں سے جو حقائق وجود میں آ چکے ہیں، انہیں حقائق نہ سہی (اگرچہ ان سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہیں) اگر مفروضے کی حد تک مان کر بھی موجودہ سائنس علمی کاوش کر لے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ سائنس

کے استدلالی اور تجزیاتی طریقوں سے بھی حقائق بن کر سامنے آجائیں۔

یہ قرآن اور سائنس کی تطبیق کی کوشش نہیں بلکہ صرف ایک تجویز ہے۔ کیا کوئی تجویز پیش کرنا بھی اسلاف کے طریقے سے انحراف ہے؟

میں نے اپنے مضمون کی تائید میں امام العصر حضرت انور شاہ کشمیری کا یہ قول بھی تمہید کے طور پر پیش کیا ہے:

> ''امت میں سائنس اور طبعیات میں جو حیرت انگیز ترقیاں ہوئی ہیں، انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کی نظیریں موجود ہیں اور انبیاء کرام کے معجزات میں یہ چیزیں قدرت نے اس لئے ظاہر کرائیں کہ یہ آئندہ امت کی ترقیات کے لئے تمہید ثابت ہوں''(۲)

غور کیا جائے تو حضرت کشمیری نے جس سمندر کو کوزے میں بند کیا ہے میرا مضمون اسی کوزے کے کچھ رشحات ہیں۔ حضرت کشمیری کی طرح میں نے بھی اپنے مضمون کو قرآن کریم اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کی طرح میرا فکری افق بھی بہت وسیع ہے۔ سارے ہی انبیاءؑ اور تمام سماوی ادیان تک پھیلا ہوا ہے۔

تنقید نگار نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر ان کی تنقید کا نشانہ میں بنتا ہوں تو حضرت کشمیری بھی اس کی زد سے نہیں بچتے۔ اور جس تیر کا نخچیر حضرت کشمیری بنیں اگر میں بھی اس کا بسمل بن جاؤں تو میں اسے خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔

تنقید نگار نے میرے اس مضمون کی وجہ سے مجھے جوہری اور موریس بکائیے کے طرز کا متبع شمار کیا ہے۔

موریس بکائیے کے افکار سے میں واقف نہیں۔ البتہ جوہری کی تفسیر جستہ جستہ نظر سے گزری ہے۔ اس لئے جوہری کے افکار اور سلف صالحؒ سے انحراف کے بارے میں بھی کچھ عرض کردوں۔

میں قرآن کریم کو بنیادی طور پر کتاب ہدایت مانتا ہوں لیکن قرآن کریم نے ہدایت کے جو اسالیب اختیار فرمائے ہیں ان میں عجائباتِ قدرت اور آیاتِ کونیہ میں میں غور و فکر کے احکام بیسیوں مقامات پر موجود ہیں۔

جمہور مفسرین کے بقول قرآن کریم میں آیاتِ احکام کی تعداد (۵۰۰) ہے اور ایسی آیات جن میں استنباطی طور پر نہیں بلکہ صریح طور پر کوئی حکم بیان کیا گیا ہو، بقول جوہری ۱۵۰

سے زیادہ نہیں جبکہ ایسی آیات جن میں فلسفیانہ افکار یا کونی آیات سے متعلق صریح یا اشاراتی ذکر ہے ان کی تعداد جوہری ہی کے قول کے مطابق ۷۵۰ سے متجاوز ہے۔

قرآن کریم میں مذکور آیاتِ کونیہ پر ذرا غور تو کیا جائے، آسمانوں اور زمین کی تخلیق، رات و دن کا اختلاف، سمندروں میں کشتیوں اور جہازوں کی آمد و رفت، ہواؤں کا چلنا اور بادلوں کو دور و دراز مقامات پر لے جانا، شمس و قمر کا مقررہ اوقات میں طلوع و غروب، زمین میں پہاڑوں کا میخوں کی طرح گڑا ہونا، اور ان کی حکمت، مٹی سے انسان پیدا کرنا، پانی کے قطرے کو رحمِ مادر میں داخل کر کے نطفہ، علقہ، مضغہ کے مرحلوں سے گزارتے ہوئے ہڈیوں پر گوشت چڑھانا اور ایک مقررہ مدت میں جنین کی تکمیل کے بعد ایک سمیع و بصیر انسان پیدا کر دینا اور اس طرح بکثرت آیات اور ان میں سے تقریباً ہر آیت (نشانی) کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان و ایقان والوں اور ان آیات کونیہ میں تدبر اور غور و فکر کرنے والے اربابِ عقل کے لئے اللہ کی نشانیاں ہیں کہ وہ ان کے ذریعے عامیانہ طور پر نہیں بلکہ علم و استدلال کی روشنی میں ایک خالق اور اس کی قدرت کا اعتراف کر سکیں۔

اب اگر کوئی شخص سیاروں اور ستاروں کے عجائبات پر غور کرتا ہے یا کائنات کی وسعت کا اندازہ کرتے ہوئے تیرہ ارب نوری سال کے فاصلے پر واقع کہکشاں دریافت کر لیتا ہے۔ یا دوربینی مشاہدات کی بنیاد پر یہ کہتا ہے کہ کائنات پھیلتی جا رہی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تائید ہو جاتی ہے کہ:

وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ (۳)

اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں (قوت، قدرت) سے بنایا ہے اور ہم وسعت دینے والے ہیں۔

یا مثلاً قرآن کریم میں فرمایا گیا!

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔(۴)

اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے۔

اور ایک سائنسدان بھی اپنی تحقیق کی روشنی میں کہتا ہے کہ حیات کی ابتداء ایک خلیے کے پانی میں پیدا ہونے والے امیبا سے ہوئی ہے۔

یا مثلاً اللہ تعالیٰ نے مٹی کے بعد نطفے سے انسانی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک سائنسدان اس پر غور کرتا ہے کہ کیا نطفے سے پہلے بھی تخلیق انسانی کے کچھ مراحل ہیں اور

تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ایک انسانی خلیے میں (اور دوسرے خلایا میں بھی) ایک مرکز Nucleus ہوتا ہے۔ مرکزے میں بال جیسی ساخت کے کچھ اجزاء ہوتے ہیں جنہیں کروموسومز Chromosomes کہا جاتا ہے، ان کروموسومز پر نقطے پائے جاتے ہیں، ان نقطوں کو جینز Genes کہا جاتا ہے۔ ان انسانی جینز میں جواب تک ۴۶ کی تعداد میں دریافت ہو چکے ہیں انسان کی پوری شکل وصورت اور تمام صفات موجود ہوتی ہیں۔ اور اسی دریافت کے نتیجے میں کلوننگ کے عمل نے دنیا میں دھوم مچار کھی ہے اور برقی خورد بین کی ایجاد سے نہ معلوم کیا کیا مزید انکشافات ہوتے ہیں۔ تو کیا مذکورہ امور پر غور کر کے وہ سائنسداں جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے بے اختیار یہ نہیں پکار اٹھے گا کہ:

فتبارك الله احسن الخالقين

برکت والا ہے وہ اللہ جو خالقین میں سب سے اچھا ہے۔ اور!

سُبحَانَ اللّٰهِ اَحْسَنِ الْخَالِقِينْ۔

پاک ہے وہ اللہ جو خالقین میں سب سے اچھا ہے۔

پھر یہ کہ قرآنی حقائق (اور صحیح احادیث) اور سائنس کے دریافت کردہ حقائق میں توافق ہوگا یا تخالف۔ توافق کی صورت میں اگر مسلمان مفکر قرآنی حقائق کو اصل اور سائنسی حقائق کو مؤید کی حیثیت دیتا ہے اور تخالف کی صورت میں قرآنی حقائق کے مقابلے میں سائنسی حقائق کو دیوار پر مار دیتا ہے تو اس میں اسلاف کے طریقے سے تجاوز کرنے کے باجود کون سی ایسی بات ہے جس پر اسے مطعون کیا جائے۔

جوہری نے اپنی تفسیر میں وحی کی آیات اور قدرت کے عجائبات میں تطبیق کی کوشش کی ہے اور جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے اس طرز پر تفسیر لکھنے سے پہلے انہوں نے خلوتوں میں اللہ کے سامنے گڑگڑا، گڑگڑا کر دعائیں کی ہیں۔ اس لئے اگرچہ انہوں نے اپنی تفسیر کو علوم قدیمہ وجدیدہ اور عجائبات قدرت کی تفصیلات سے بھر دیا ہے لیکن امید یہ ہے کہ ان کے قلم سے کوئی ایسی بات صادر نہ ہوئی ہوگی جس سے قرآنی حقائق کے مقابلے میں سائنسی حقائق کو ترجیح دی گئی ہو یا سائنسی حقائق کو اصل قرار دے کر قرآنی حقائق کو صرف تائیدی حیثیت دی گئی ہو۔ اس کے برخلاف انہوں نے جہاں کسی نظریئے کو قرآن کے خلاف دیکھا فوراً اس کی تردید کر دی۔ مثلاً اپنی تفسیر کی انیسویں جلد میں (۵) وہ لکھتے ہیں: کہ رواقیین جن کا سردار ''زینون'' (ت ۲۶۴ ق م) ہے یہ کہتا ہے کہ اللہ اور عالم ایک ہی جوہر ہے اور اس کا یہ

قول نقل کرنے کے فوراً بعد لکھا ''وھذا کفر فی دیننا'' (یہ ہمارے دین میں کفر ہے)۔

علوم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ان پر کبھی جمود طاری نہیں ہوا۔ علوم ہمیشہ ترقی پذیر رہے سوائے ان علوم کے جو اپنی تکمیل کے تمام مراحل طے کر چکے ہیں، جیسے صرف و نحو وغیرہ۔

علم تفسیر کی ترقی پذیری کی بھی یہی کیفیت رہی۔ جس مفسر کو جس علم میں مہارت تھی اس نے اپنے علم کی روشنی میں قرآن کریم کی تفسیر لکھی، مثلاً تفسیر القرآن بالقرآن، یا تفسیر القرآن بالحدیث یا بلاغت کے پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر وغیرہ۔ اس کے ساتھ انہوں نے اپنی تفاسیر میں عصری تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھا۔

مسلمانوں میں جب مرجئہ اور معتزلہ جیسے فرقے پیدا ہوئے تو تفاسیر میں ان کے عقائد ذکر کرکے ان کی تردید بھی کی گئی۔ اور جب یونانی فلسفہ نے مسلمانوں میں . فروغ پایا تو مفسرین نے ان کے باطل افکار ذکر کرکے ان کی تردید کا شیوہ بھی اختیار فرمایا۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں اس طرح کے تمام باطل افکار کو ذکر کرکے ان کا رد کیا۔ اس طرح کا کام اسی پیمانے پر چونکہ ان سے پہلے نہیں ہوا تھا اسی لئے علماء نے ان کی تفسیر پر تنقید کی۔

جوہری نے بھی جب عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے عصری افکار کو اپنی تفسیر میں جگہ دی تو بعض علماء نے انہیں بھی مطعون کیا اور کہہ دیا کہ ''فیہ کل شئُ إلاالتفسیر'' (اس میں تفسیر کے سوا ہر چیز ہے)۔

دیکھتے جائیے، ہمارے بعد کی نسلوں کے مفسرین کن کن علوم کو اپنی تفسیروں میں سموتے ہیں، اس لئے کہ ''القرآن لاتنقضی عجائبہ'' (قرآن کے عجائب ختم ہونے والے نہیں ہیں)۔

ہمارے قرن کے بعض علماء نے بھی تفسیر و تحشیہ کا کام کیا ہے جن میں سے ایک حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی بھی ہیں۔ علامہ عثمانی کے بارے میں تو بجا طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اسلاف کے سکہ بند متبعین میں سے ہیں۔ موصوف نے اپنے حواشی میں متعدد مقامات پر قرآن کریم کے استشہاد میں سائنسی اکتشافات کا ذکر کیا ہے۔ استیعاب کی فرصت نہیں صرف تین مقامات پر اکتفاء کرتا ہوں:

۱۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَبِکُمْ (٦)

اور رکھ دیئے زمین پر بوجھ (پہاڑ) کہ کہیں جھک پڑے تم کو لے کر

پر حاشیہ لکھتے ہیں ”روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جس سے اس کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔“

۲۔ سورۂ ”النمل“ میں وَعُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ، (۷)

اور ہم نے اڑنے والے جانوروں کی بولی سکھائی ہے۔

کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ”پرندے جو بولیاں بولتے ہیں ان میں ایک خاص حد تک افہام و تفہیم کی شان پائی جاتی ہے۔“ اس کے بعد جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پرندے جو بولیاں بولتے ہیں بعض اوقات ہم ان کا فرق صاف طور پر محسوس کر لیتے ہیں اور بعض اوقات ان کی بولیوں میں تفاوت کو ہم محسوس نہیں کر پاتے، لیکن ان کے ابنائے جنس سمجھ جاتے ہوں گے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: ”تم کسی پوسٹ آفس میں چلے جاؤ اور تار کی مشابہ کھٹکھٹاہٹ گھنٹوں سنتے رہو، تمہارے نزدیک محض بے معنی حرکات و اصوات سے زیادہ وقعت نہ ہوگی، لیکن ٹیلیگراف ماسٹر فوراً بتادے گا کہ فلاں جگہ سے فلاں آدمی یہ بات کہہ رہا ہے۔“

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں: ”یورپ کی جدید تحقیقات اب حیوانات کی عاقلیت کو آدمی کی سرحد سے قریب کرتی جاتی ہیں، حتیٰ کہ حیوانات کی بولیوں کی ابجد تیار کی جارہی ہے، قرآن کریم نے خبر دی کہ ہر چیز اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتی ہے جسے تم نہیں سمجھتے اور ہر پرندہ اپنی صلاۃ و تسبیح سے واقف ہے۔ احادیث صحیح میں حیوانات کا تکلم بلکہ جمادات محضہ کا بات کرنا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہے۔

۳۔ سورۃ النزعات میں!

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝ (۸)

اور زمین کو اس کے بعد صاف بچھادیا۔

پر جو حاشیہ ہے اس میں لکھتے ہیں: ”(تنبیہ) دَحْی کے معنی راغب نے کسی چیز کو اس کے مقر (جائے قرار) سے ہٹادینے کے لکھے ہیں۔ تو شاید اس لفظ میں ادھر اشارہ ہو جو آج کل کی تحقیق ہے کہ زمین اصل میں کسی بڑے جرم سماوی کا ایک حصہ ہے جو اس سے الگ ہو گیا۔ واللہ اعلم!

عجیب بات ہے کہ بات جب جوہری کی ہو تو اسے اتباع سلف کے خلاف سمجھا جائے

اور جب علامہ عثمانی یا مجھ جیسے جاہل تک پہنچے تو اسے سلف کی اتباع سے انحراف قرار دیا جائے۔

معراج کے موضوع پر تقریریں کرتے ہوئے کیا براق کی تیز رفتاری کو بر سر منبر راکٹوں کی سرعت رفتار سے نہیں سمجھایا جاتا۔ اور کیا کمپیوٹر کی ڈسک سے نامہ اعمال کو سمجھانے کی کوشش نہیں کی جاتی؟

بہر حال قرآن کریم کی آیات کونیہ اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے معجزات کو اس طرح سائنسی حقائق سے تائیدی طور پر ہم آہنگ کرنا میرے نزدیک شجرۂ ممنوعہ نہیں۔

لیکن میں نے تو اپنے مضمون میں اس طرح کی تطبیق بھی نہیں کی۔ صرف چند مثالیں دے کر ذہنوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ روحانی دور کے حقائق کو پیشِ نظر رکھ کر مادی اور سائنسی طریقہ پر بھی ان کو حقائق بنانے کی کوشش کی جانی چاہئے۔ کچھ بعید نہیں کہ کم از کم کچھ روحانی حقائق سائنسی حقائق بھی بن سکیں۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه—

اے اللہ ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق نصیب فرما۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

## حوالہ جات


۱۔ سورۂ نجم، آیت ۳۲،

۲۔ شش ماہی ''السیرۃ'' عالمی، ص ۹۳،

۳۔ سورۂ ذاریات، آیت ۴۷،

۴۔ سورۂ انبیاء، آیت ۳۰،

۵۔ ص ۲۶۶، طبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر،

۶۔ سورۂ نحل، آیت ۱۵،

۷۔ سورۂ النمل، آیت ۱۶،

۸۔ سورۂ نازعات، آیت ۳۰،